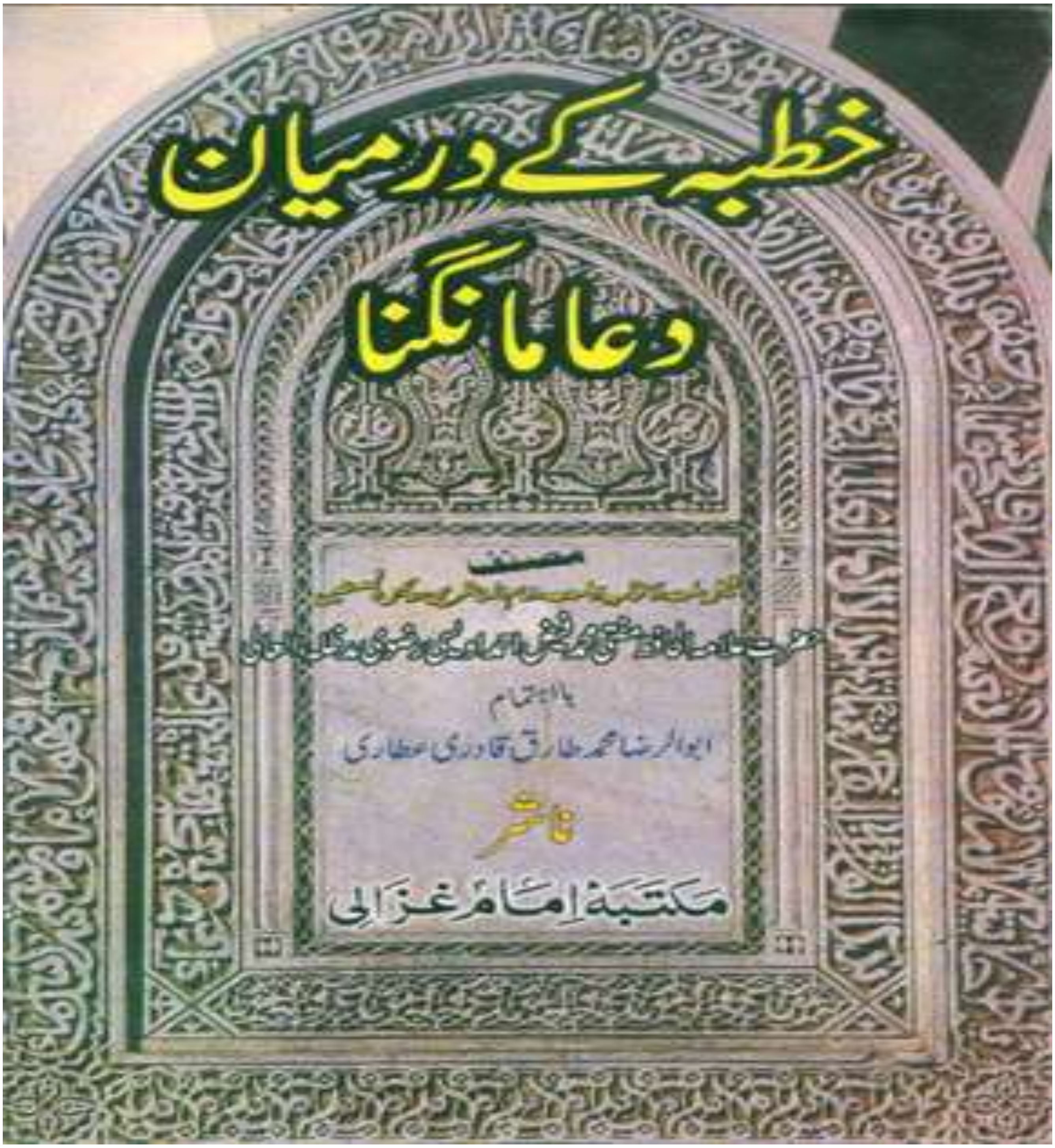

خطبہ کے درمیان
دعا مانگنا
مصنف
باہتمام
ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری
ناشر
مکتبہ امام غزالی

عرضِ ناشر

اکثر عوام نماز کے دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر یا زبان سے دعا مانگتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ دُعا دِل میں مانگی جائے یا زبان سے یا ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ دعا دل میں اور بغیر ہاتھ اٹھا کر مانگی جائے۔

اس مسئلہ کی صحیح تحقیق اور وضاحت صاحبِ تصانیفِ کثیرہ حضرت علامہ مولانا مفتی فیض احمد اویسی رَضوی مدظلہ العالی نے امامِ اہلسنّت عاشقِ ماہِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فتاوٰی رضوی اور دیگر فقہاء کرام کی کتابوں سے کی ہے۔

اُمید ہے کہ یہ تحریر عوام وخواص دونوں کیلئے یکساں طور پر مفید ہوگی۔ اللہ تعالٰی ہر مسلمان کو حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین

فقط والسلام

ابوالرضا محمد طارق قادری عطاری

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

خطبہ سننا اور اس کے وقفہ کے درمیان خاموش رہنا ضروری ہے۔ اس میں کچھ بولنا، کچھ پڑھنا یا دعا مانگنا ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ خطبہ میں صلوا علیہ وسلموا تسلیما خطیب صاحب نے پڑھا تو بھی دُرود شریف دل میں پڑھنا چاہئے۔ لیکن ہمارے دَور میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے بہت سے سمجھدار بھی دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے نظر آتے ہیں۔ مسئلہ سمجھانے پر خود مجتہدین بن کر کچھ کا کچھ فرما دیتے ہیں۔ فقیر یہ رِسالہ مرتب کر کے احباب اہلِ اسلام کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اس رسالہ کا نام الدعاء بین الخطبتین اور اس میں بعض ان غیر مقلدوں کا بھی رَدّ ہو جائے گا جو اس وقت دعا مانگنے کو بدعت کہتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

انا الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور، پاکستان ...... ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ و الصّلوٰۃ والسّلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

لا سیما حبیبہ المصطفیٰ و آلہٖ و اصحابہٖ اولی التقیٰ والنقیٰ

امابعد! اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ اس کے ہر مسئلہ پر بحث وتمحیص ہوتی ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اختلاف امتی رحمۃ میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔ ان مسائلِ شرعیہ میں خطبۂ جمعہ وعیدین کے درمیان دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز۔ ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ کے درمیان صدی گزشتہ میں اختلاف ہوا۔ الفقھیہ امرتسر میں، اس پر علماء کی تائیدات وتردیدات شائع ہوئیں۔ فقیر کے دور میں بھی اس قسم کے سوالات ہوتے رہتے ہیں اور سابق صدی کی طرح اب بھی جواز وعدم جواز کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ چونکہ فقیر کو نفسِ جواز میں اختلاف نہیں، ہاں اس دعا کو دل ہی دل میں مانگا جائے ہاتھ اُٹھانے اور زبان سے الفاظ بولنے کے بغیر دعا میں حرج نہیں۔ لیکن جس جواز میں عوام میں انتشار پیدا ہو اس جواز پر عمل نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے مسائل آگے بڑھ کر موجبِ فتنہ بنتے ہیں۔ الفتنۃ اشد من القتل اسی لئے بہتر ہے کہ دل ہی دل میں دعا مانگی جائے۔

دلائل جواز

فقیر صدی گزشتہ کے علماء کی تحقیقات میں سے پہلے حضرت علامہ مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیق ناظرین کو ہدیہ پیش کرتا ہے۔

بین الخطبتین میں دعا مانگنے اور اس دعا میں ہاتھ اُٹھانے کی ممانعت میں کوئی دلیل میری نظر میں نہیں گزری، چونکہ شریعت نے جن احکام کو عام اور مطلق رکھا ہے کسی ہیئت اور وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا، ان کو جس طرح ہم ادا کریں اجازت ہے۔ تاوقتیکہ اس خاص شکل کی ممانعت شرع میں نہ وارد ہو، اسے منع نہیں کیا جاتا۔ اس لئے فقیر نے اس دعا کے جواز کا فتویٰ دیا۔ پس اگر کسی صاحب کے پاس دلیل منع ہو تو مہربانی فرما کر بیان کرے، اِن شاءاللہ ہمیں برخلاف نہ پائے گا۔

جواز کے حوالے

امام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ بعد خروج امام قبل از خطبہ اور بعد اختتام خطبہ قبل از نماز کلام ونماز و ذکر وغیرہ سے منع نہیں فرماتے بلکہ عین خطبہ کی حالت میں سامعین کو دل میں دُرود شریف پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو جلوس بین الخطبتین کے وقت بھی کلام وغیرہ سے منع نہیں فرماتے ۔ اور بوقتِ خطبہ قرآن شریف کا پڑھنا یا کتبِ فقہ کا مطالعہ کرنا بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک لاباس ہے۔لیکن ہاتھ یا سر کے اِشارہ سے کسی بات سے روکنا یا کوئی خبر سن کر سر کے ساتھ اشارہ کرنا تو سب کے نزدیک لاباس ہے۔ بلکہ نمازِ قضا کا ادا کرنا یا کسی خطرناک وقوعہ سے مثلاً بچھو یا سانپ نظر آئے تو خبر کر دینا یا کسی نابینا کے آگے کنواں ہے اور خوف ہے کہ اگر نہ روکا گیا تو اس میں گرے گا تو اس کو خبر کر دینا فقہاء علیہم الرحمہ عین خطبہ کے وقت جائز لکھتے ہیں۔ پس جلوس مابین الخطبتین کے وقت سکون عن الحصبہ ہے۔ اگر اس وقت کوئی دل میں یا زبان سے یا ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے تو کس حکم کی مخالفت لازِم آتی ہے۔اس وقت خطبہ شروع نہیں کہ استماع وانصات لازم ہو۔

ازالۂ وهم

ہاں وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جلسہ میں کوئی کلام نہ فرماتے۔علامہ علی قاری مرقاۃ میں اس کی شرح فرماتے ہیں:

ولا یتکلم ای حال جلوسه بغیر الذکر او الدعا او القرأة سرا

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مابین خطبتین جلسہ میں سوائے ذکر یا دعا یا قرأت آہستہ کے اور کوئی کلام نہ فرماتے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی فتح الباری جزء رابع صفحہ نمبر ۴۹۸ میں لکھتے ہیں،

بین الخطبتین لا کلام فیه لکن لیس فیه نفی ان ذکر الله او یدعوه سوا

یعنی اس حدیث سے مستفاد ہوا کہ جلوس بین الخطبتین کے وقت کوئی حرج نہیں لیکن اس میں آہستہ دعا یا ذکر کی نفی نہیں ہے۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے فتاویٰ جلد دوم میں جلسہ بین الخطبتین میں مطلق ذِکرکوامام اعظم وامام محمد علیہماالرحمہ کے نزدیک مکروہ لکھا ہے اور بحوالہ کافی اس وقت کراہت نقل کرکے پھر کچھ بحوالہ برجندی کلام سے مطلق کلام مراد خواہ ذکر ہو یا قرآن یا ان کے سوا کچھ اور مگر یہی بات مولانا عبدالحیٔ اپنے فتاویٰ کے جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۰۳ میں جلسہ بین الخطبتین میں آہستہ دعا پڑھنا یا ذکر کرنا دُرست لکھتے ہیں۔

فائدہ...... امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ تو اس جلسہ میں مطلق کلام ذکر ہو یا قرآن یا دعا جائز بلاکراہت فرماتے ہیں، البتہ امام صاحب و امام محمد مکروہ فرماتے ہیں۔

خلاصہ...... غایۃ فی الباب اس جلسہ میں طرفین کے نزدیک زبان سے دعا مانگنا مکروہ ہے۔

ازالہ...... **ہمارے** فقہاء علیہاالرحمہ میں سے بعض نے اس دعا کو بدعت یا غیر مشروع فرمایا۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس وقت دعا مانگنا منقول نہیں، نہ یہ کہ بدعتِ سئیہ ہے یا ناجائز۔ کیونکہ جس مسئلہ کی اجازت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ سے پائی جائے اس کو بدعتِ سئیہ، حرام یا غیر مشروع کہہ سکتے ہیں۔

حدیث ساعتِ اجابت جو بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم میں ہے، وہ امام کے جلوس سے امام نووی نے اس کو صحیح اور صواب فرمایا ہے۔ دُرِّ مختار میں بھی اس کو صحیح لکھا گیا ہے۔ علامہ علی قاری نے اس حدیث میں جلوسِ امام سے جلوس مابین الخطبتین یا جلوس علی المنبر قبل الخطبہ مراد لیا ہے اور طیبی نے بعض شراح مصابیح سے ساعتِ اجابت بوقتِ جلوس مابین الخطبتین لکھا ہے۔ بہرحال یہ وقت ساعتِ اجابت میں سے ہے۔ اس لئے اس وقت جی میں دعا مانگنا علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں اور حموی نے شرح اشباہ میں جائز لکھا ہے۔ تو اس وقت جبکہ خطیب خاموش بیٹھتا ہے بطریقِ اولیٰ جائز ہونا چاہئے، لیکن اس وقت زبان سے دعا مانگنا امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد علیہماالرحمہ کے نزدیک اور پیچھے گزرا کہ کراہت وجواز میں منافات نہیں۔ فتویٰ مولانا حشمت علی پیلی بھیتی رحمۃ اللہ (الفقیہ، ۱۴ جون ۱۹۲۵ء)

امرتسر میں آپ نے اس مسئلہ کی توضیح میں لکھا ہے کہ دعاء بین الخطبتین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ بلکہ ابتداء خطبہ سے انتہاء تک ہر طرح کا عمل، کلام، سلام، دعا و دُرود وغیرہ ممنوع و مکروہ ہے اور استماع و انصات واجب ہے۔ لیکن چونکہ بعض کے نزدیک دعا قبول ہونے کی جگہوں میں سے جلسہ بین الخطبتین اور وقتِ اقامت بھی ہے۔ لہٰذا بغیر ہاتھ اٹھائے اور بلا زبان ولب ہلائے دل سے دعا مانگنا چاہئے تا کہ ترکِ واجب بھی نہ ہو اور مطلب بھی حاصل ہو۔ کمافی مراقی الفلاح وغیرہ۔

تحقیق الرضوی بقلم الاویسی غفرلہٗ

اس موضوع پر امام محدث بریلوی قدس سرہٗ کا ایک مستقل رسالہ ہے **رعایۃ المذھبین فی الدعاء بین الخطبتین** اس میں سوال ہے کہ اس جائے پر بروزِ جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اُٹھا کر آہستہ دعا مانگی جاتی ہے اور بعض لوگ اس کو مکروہِ شدید و حرام و بدعتِ سئیہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہٰذا التماس ہے کہ جوابِ صواب سے خصومت بین المسلمین فرمادیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو جواب لکھا کہ

الجواب ...... امام کیلئے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کیلئے نہیٔ شرعی نہ ہونا ہی سندِ کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بے ان کی نہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہوسکتی خصوصاً دعا سی چیز جس کی طرف خود قرآنِ عظیم نے بکمالِ ترغیب و تاکید علی الاطلاق بے تحدید و تقیید بلایا اور احادیث شریفہ نے اسے عبادت و مغزِ عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دستِ مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینھ برسنے دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حدیثِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم تو بین الخطبتین بدرجۂ اولیٰ جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث کتب میں صاف اس کا جواز افادہ فرمایا۔ مولانا علی قاری مکی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث **یخطب ثم یجلس فلا یتکلم** فرماتے ہیں، **لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء او القراۃ سرا و لا ولی القرأۃ لروایۃ ابنِ حبان کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرؤ فی جلوسہ کتاب اللّٰہ** الخ حالتِ جلوس میں سوائے ذکر یا دعا یا قرأت کے آہستہ طور اور کوئی بات نہ کرے افضل قرأت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوس میں صرف قرأت کرتے۔

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں، **مفاد ان الجلوس بینھما لا کلام فیہ و لیس فیہ نفی ان یذکر اللّٰہ او یدعوہ سرا** اس کا مفاد یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان جلوس کے وقت کوئی کلام نہیں کرنا چاہئے ہاں اسکی نفی بھی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا آہستہ طور دعا مانگے۔

علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں، ثم یجلس فلا یتکلم جھرا فلا ینا فی روایۃ ابنِ حبان انہ کان یقرؤ فیہ ای الجلوس و قال الحافظ مفادہ الی اخر مامر پھر دو خطبوں کے درمیان بیٹھے لیکن جہراً کوئی بات نہ کرے اور ابنِ حبان کی روایت کے منافی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جلوس میں قرأت فرماتے، اس کا مفاد وہی ہے جو حافظ ابن حجر مکی کی عبارت میں گزرا۔

بلکہ صحیح حدیث حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومتعدد اقوالِ صحابہ وتابعین کی رو سے یہ جلسہ ان اوقات میں ہے جن میں ساعتِ اجابتِ جمعہ کی اُمید ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارۂ ساعتِ جمع فرمایا، ھی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلوٰۃ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔ دوسری حدیث میں آیا، حضور پرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا، شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔ رواہ ابن عبدالبر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، انہیں ابنِ عمر وابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ یوہیں امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبر ی۔

انہیں شعبی سے دوسری روایت میں خروجِ امام سے ختم خطبہ تک اس کا وقت بتایا، رواہ المروزی۔ اسی طرح امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہوا، رواہ ابن المنذر رابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا، رواہ حمید بن زنجویہ۔ بہرحال یہ وقت بھی ان میں داخل تو ہے، یہاں دعا ایک خاص ترغیبِ شرع کی مورد خصوصاً حدیثِ دوم پر جبکہ کسی مطلبِ خاص کیلئے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو تو اس کیلئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے بالتعیین اسی وقت کو ساعتِ اجابت بتایا اور اسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ارشادِ اقدس ما بین ان یجلس الامام سے یہی جلسہ مراد رکھا۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے، می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درشان ساعۃ الجمعہ کہ آں ساعت میان نشستن امام ست برمنبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان دو خطبہ مراد داشتہ الخ۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کی مستجابہ ساعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ وقت ہے جب امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے تا ادائیگی نماز، امام طیبی نے بھی یہ ساعت انہی دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا فرمایا ہے۔

اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ الساعۃ المستجابۃ فی الجمعہ میں ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المند و بات واجبِ مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث واقوال علماء چاہئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلکِ محققین رہا ہے توبقیہ اوقات کیساتھ اس وقت بھی دعاء ضرور درکار ہوگی اور اسکے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا۔ لاجرم صاحبِ عین العلم نے کہ اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں استحسان جمع فرمایا، طرہ یہ کہ امام ممدوح کا یہ قول حضرات منکرین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں نقل کیا اور مقرر و مسلم رکھا۔

حیث قال فی عند الا قوال الثلاثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاہ الطیبی الخ

ثم قال قال ابن المنیر یحسن جمع الا قوال فتکون ساعۃ الاجابۃ واحدۃ منہا

الا بعینہا فیصادف فہا من اجتہد فی الدعاء فی جمیعہا اھ

جمعہ کی ساعت کے تیس اقوال گن کر اس قول کا ذِکر کیا جو دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے،

پھر کہا تیسوں اقوال اپنے طور پر حق ہیں، ہم ان میں ایک وقت کو مستجاب ضرور سمجھیں گے لیکن غیر معین طور پر۔

مقتدیوں کا حکم

مذکورہ بالا حکم امام کا ہے، رہے مقتدی ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف ہیں، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انہیں صرف بحالِ خطبہ سکوت واجب، قبل شروع و بعد ختم و بین الخطبتین دعاء وغیرہ کلامِ دینی کی اجازت ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروجِ امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف و جوابِ سلام بلکہ مخل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دُور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو۔

دُرِّ مختار میں ہے،

اذا خرج الامام من الحجرة والافقیا مه للصعود شرح المجمع فلا صلوٰة ولا کلام الی تمامها ولو تسبیحا او رد سلام اور امرا بمعروف بلا فوق بین قریب و بعید و قالا لا باس بالکلام قبل الخطبة و بعدها و اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاخرة اما غیره فیکره اجماعا

جب امام حجرہ سے خطبہ کیلئے نکلے یا خطبہ کیلئے منبر پر کھڑا ہوتو اب نہ کوئی نماز (نفل وغیرہ) اور نہ کوئی اور بات نماز جمعہ فرض کی ادائیگی تک نہ کوئی تسبیح پڑھے نہ سلام کا جواب دے نہ امر بالمعروف کرے خواہ وہ امام کے قریب ہو یا دور۔ صاحبین رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خطبہ سے پہلے اور بعد کو کلام میں کوئی حرج نہیں دوسرے خطبہ کیلئے بیٹھے لیکن یہ اختلاف اس کلام میں ہے جو اُخروی امور سے متعلق ہے اس کے علاوہ کی ہر طرح کی گفتگو کراہت پر سب کا اجماع ہے۔

تحقیق یہی ہے کہ اگرچہ یہاں اختلاف نقول حدِ اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذِکر کیجئے تو کلام طویل ہو اس تحقیق کی بناء پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالتِ خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم دل سے حضور پر دُرود بھیجنا مطلب تو بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعاء بدرجۂ اولیٰ روا۔

ردّالمحتار میں ہے،

اذا ذِکر النبی ﷺ لا یجوز ان یصلو علیه بالجهر بل بالقلب و علیه الفتویٰ(رملی)

جب ذکرِ نبیِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو تو جائز نہیں کہ بالجہر دُرود شریف پڑھے بلکہ دل میں پڑھے اسی پر فتویٰ ہے۔

علماء کو دعا زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز اور مختار قولِ امام ہے۔ بے شک مذہبِ منقح حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ اُس بنائے فاسدہ پر جو مبنائے جہالاتِ وہابیہ ہے کہ عدم ورودِ خصوصِ ورود عدم خصوص ہے وہ بھی خاص حقِ جواز میں منع کیلئے ممانعتِ خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل وسفہ وتحکم ہے بلکہ اس لئے کہ **اذا خرج الامام فلا صلوۃ و لا کلام** پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انہیں بتا دیجئے نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلاوجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ شریف، ج۳، ص۷۶۳ تا ۷۶۴، مطبوعہ کراچی)

اس کے بعد امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے ردّ فرمایا ان لوگوں کا جو اس فعل یعنی دو خطبوں کے درمیان دعا مانگنے کو شرک یا بدعتِ سیئہ کہتے ہیں وہ بحث چونکہ صرف اہلِ علم کو مفید ہے لہٰذا اس کا بیان نہیں کیا جاتا۔ آپ اسی فتویٰ کے آخر میں اپنا عمل مبارک بتاتے ہیں کہ بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرامِ قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کیلئے تو اُسکے جواز میں اصلاً کلام نہیں ہاں خوف مفسدۂ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفرلہٗ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا ہے اور کبھی اخلاص کبھی دُرود پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بہ دعاء نہ ہوں مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرح کبھی روا نہیں فرماتی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشے۔ (آمین)

فتویٰ دیگر

اسی مسئلے میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ مذہبِ حنفی وشافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنی مشروع و مشروع ومسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اُردو دُرِّ مختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعتِ سیئہ اور غیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟

آپ (امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ) نے اس کے جواب میں فرمایا:

الجواب ...... مسنونیت مصطلحہ کہ ترکِ مستوجب عتابِ الٰہی یا آثم ومستحقِ عذابِ الٰہی ہو والعیاذ باللہ، یہ نہ کسی کا مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجوالا جابۃ جان کر دعا کرتے ہیں اور بے شک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغزِ عبادت وانحائے ذکرِ الٰہی عزّ وجل سے ہے جس کی تکثیر پر بلا تقیید وتحدید نصوصِ قرآنِ عظیم واحادیثِ متواترہ نبیِ رؤف الرحیم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسبِ تصریح احادیث وتظافر ارشاداتِ علمائے قدیم وحدیث سنن و آدابِ دعا سے ہے، خطیب کیلئے اس کی اجازت ومشروعیت تو بالاتفاق مذہبین حنفی وشافعی ہے یو ہیں سامعین کیلئے جبکہ دعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج ومعمول ہے مذہبِ شافعیہ میں تو اُس کی اجازت ومشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلامِ سامعین ناجائز وحرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلامِ شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہتِ تنزیہی مراد ہوتی ہے۔ بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملها بها مطلقة فيها كراهة التحريم علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ اذات الید مسئلۃ الشطرنج میں فرماتے ہیں، الكراهة عند الشافعيه اذا اطلقت تنصرف الى التنزيهية لا التحريميه بخلاف مذهبنا یعنی بخلاف ہمارے ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام کے کہ مطلق کراہت سے ان کی مراد کراہتِ تحریم ہوتی ہے اور اس قاعدہ کو امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے سیّدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہٗ کے حوالہ سے بیان فرمایا تاکہ حنفیت کے مدّعیوں کو خلش نہ رہے۔

اوجھڑی کی کراہت

ہمارے دَور میں حنفی و بریلوی بعض علمائے کرام اوجھڑی کی کراہتِ تنزیہہ کا فتویٰ دے کر اوجھڑی خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

فقیر اویسی غفرلہٗ اور اس کے ہمنوا علماء کرام نے کراہتِ تحریم کا فتویٰ دے کر کراہت کی عباراتِ فقہاء پیش کیں، وہ عبارات بعض جگہ مطلق کراہت سے مذکور ہیں۔ تو انہوں نے اپنی طرف سے قاعدہ گھڑ کر کہ جہاں مطلق کراہت ہو اس سے مراد کراہتِ تنزیہہ ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی اس تصریح کے بعد بھی کسی کو اوجھڑی مکروہِ تحریم کھانے کا شوق ہے تو بے شک شوق پورا کرے لیکن اسے یقین ہو کہ اس کی کراہتِ تنزیہہ کے فتویٰ دینے پر نہ صرف جناب خود مجرم ہیں بلکہ جتنے لوگ آپ کے فتویٰ پر اوجھڑی کھائیں گے اس کا گناہ بھی جناب کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ (وما علینا الا البلاغ)

(اس کی مزید تحقیق فقیر کے رِسالہ اوجھڑی کی کراہت میں مطالعہ کریں۔)

فائدہ...... امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ دو خطبوں کے درمیان گفتگو کی مزید تحقیق فرماتے یں کہ اور سکوتِ خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے امام ابو یوسف اردمیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں،

لا یحب الا ستماع و ھو شغل السمع بالسماع۔ اسی میں ہے، لا یحرم الکلام حال الخطبة لا علی الخطیب و لا علی المامومین السامعین وغیرھم لکن یکرہ الا لغرض منھم کا نذار من یقع فی بئرا و عقرب و یعلم خیرا اونھی عن شیٔ خطبہ کے دَوران خطیب کو کوئی گفتگو کرنا حرام نہیں اور نہ ہی مقتدیوں، سامعین وغیرہ پر ہاں ان کی کوئی ذاتی غرض ہو تو مکروہ ہے لیکن ضرورت ہو تو مکروہ نہیں مثلاً کنوئیں میں گرنے والے کو اور بچھو کے ڈس سے ڈرانے کیلئے یا کوئی نیک کام بتانا اور کسی برائی سے روکنا یہ بلا کراہت جائز ہے۔

اسی میں ہے،

لا یکرہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین ولابین الخطبة والصلوٰة اذان

دو خطبوں کے درمیان یا خطبہ نماز کے درمیان بولنا مکروہ ہے۔

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابنِ حجر مکی فتح المبین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں،

یکرہ الکلام ولا یحرم حالۃ الخطبۃ لا قبلھا ولو بعد الجلوس علی المنبر ولا بعدھا ولا بین الخطبتین ویسن الطاس والرد علیہ و رفع الصوت من غیر مبالغۃ بالصلوٰۃ والسلام علیہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذکر الخطیب اسمعہ او وصفہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال شیخنا ولا یبعد ندب الترضی عن الصحابۃ بلا رفع صوت و کذا التامین لدعاء الخطیب

گفتگو مکروہ ہے لیکن خطبہ کی حالت میں حرام بھی نہیں خطبہ سے پہلے اور امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے کے وقت اور اس کے بعد اور نہ ہی دو خطبوں کے درمیان بلکہ چھینکنے والے کا الحمد کہنا اور اس کا جواب دینا اگرچہ اونچی آواز، لیکن بہت زیادہ اونچی نہ ہو اور دُرود شریف پڑھنا جب خطیب حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی لے یا آپ کی کوئی صفت بیان کرے، ہمارے شیخ نے فرمایا یہ بھی بعید نہیں کہ صحابہ کے ذکر کے وقت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے لیکن اونچی آواز سے نہیں ایسے ہی خطیب کی دعاء کے وقت آمین کہنا۔

یوہیں مذہبِ حنفی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے نہ اوقاتِ ثلاثہ غیر حال خطبہ یعنی قبل و بعد و ما بین خطبتین میں اگرچہ کلام دُنیوی سے منع فرماتے ہیں مگر کلامِ دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پُر ظاہر کہ دعاء خاص کلام دینی وعبادتِ الٰہی ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے، اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام و ھو قول الامام و قال ابو یوسف و محمد لا باس بالکلام اذا خرج قبل ان یخطب و اذا نزل قبل ان یکبر و اختلفا فی جلوسہ اذا سکت فعند ابی یوسف یباح لان الکراھۃ للاخلال برض الاستماع و الا استماع ھناولہ اطلاق الا مراہ ببعض اختصار

صاحبِ مذہب امام الائمہ سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروجِ امام سے فراغِ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی، مشائخِ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے ہیں مراد امام صِرف دُنیوی کلام میں ہے اوقاتِ ثلاثہ میں کلامِ دینی کی اجازت ہے، نہایہ وعنایہ میں اسی کو اصح کہا، ایسا ہی امام فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا مشائخِ کرام نے مطلق مراد لیا، امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا۔

فیصلہ رضویہ

دوسرے فتویٰ میں امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فیصلہ کے طور پر لکھا کہ...... بالجملہ خلاصۂ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کیلئے مطلقاً اور سامعین کیلئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہبِ امام شافعی وقولِ امام ابی یوسف پر ان کیلئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشادِ امام کی تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز ائمۂ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احد الصحیحین پر دعائے مذکور امام ومقتدین سب کو دل وزبان ہر طرح سے باتفاق مذہبینِ حنفی وشافعی مطلقاً جائز ومشروع اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف متکافی ہو تو مکلّف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے۔ اصلاً محلِ اعتراض وانکار نہیں، بحر الرائق ودُرِّ مختار وغیرہما میں ہے، متی کان فی المسئلة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدهما۔

ولہٰذا فقیر غفرلہٗ باآنکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعاء کرتے دیکھا اور کبھی منع وانکار نہیں کرتا ہے،

هذا جملة القول فی هذا الباب والتفصیل فی فتاوانا بعون الوهاب۔

رہی مترجم دُرِّ مختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں اس کے زمانے میں ان اقطار کے اعلم علماء کہ اپنے عصر ومصر میں حقیقۃً وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمۃ المحققین سیّدنا الوالد قدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جمعات میں اقتدائے حضرتِ والا سے مشرف ہوا، حضرت ممدوح قدس سرہ جلسۂ بین الخطبتین میں دعاء فرمایا کرتے تھے اور سامعین کو دعاء کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلیٰ حضرت سیّد العلماء سند العرفاء مولانا الجد قدس سرہ الامجد نے جواز ومشروعیت پر فتویٰ دیا، اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف وفاضل اجل مولانا سیّد یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی ومولوی سیّد محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اس پر مُہریں فرمائیں یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے فتاویٰ مسمی بمفید المسلمین میں مندرج ومشمول اور اطمینان کے مسائل کیلئے یہاں منقول۔

فتوائے بریلی شریف

یہ فتویٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کے جدِ امجد کے تلمیذِ رشید مرحوم نے مرتب فرمایا جس پر اس دور کے محققین علمائے کرام نے تصدیق و توثیق فرمائی، اس فتویٰ کے آخری مضامین ملاحظہ ہوں، فرمایا کہ ......اور مانگنا دعاء کا عین حالتِ خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے پس مانگنا دعاء کا افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل وعلا کے اور وہ وقت قبولیتِ دعاء کا ہے موافق مرقومۂ بالا کے اور اکثر روایاتِ معتبرہ کے اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا اور بھی بیچ مفتاح الصلوٰۃ کے دعاء مانگنا ہاتھ اُٹھا کے دُرست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر سہ آیات کے مجتبٰے سے اور سندِ اجابت دعاء کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی، مفتاح الصلوٰۃ میں مرقوم ہے، درمیان دو خطبہ کہ امام بہ نشیند دعاء بطریق اولیٰ جائز خواہد بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعة الاجابة ما بين ان يجلس الامام فى الخطبه الى ان تقضى الصلوٰة كما صح فى صحيح مسلم و جزم الامام النووى فى شرح مسلم و قال هو صواب پس باید کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت وارد ست کمافی المجتبٰے وغیرہ ربنا اتنا فى الدنيا حسنة و فى الا خرة حسنة و قنا عذاب النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایۃ و احادیث صحیح واقع گردد و اگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقۂ دعا کہ در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان نیز ہست۔

دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر دعاء بطریق اولیٰ جائز ہو کیونکہ دعاء کیلئے احادیث میں خصوصیت سے آیا ہے کہ ساعتِ اجابت امام کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے یہاں تک کہ نماز ہوجائے، جیسے امام نووی نے جزم میں فرمایا اور کہا کہ یہی صواب ہے۔ پھر چاہئے کہ خطبہ کے درمیان تین آیت کی مقدار بیٹھنا ہو کیونکہ ظاہر الروایۃ میں تین آیات کا ذکر ہے اور آیت ربنا اتنا فى الدنيا حسنة و فى الا خرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھے تاکہ ظاہر الروایۃ احادیث پر عمل ہوجائے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگے تو موافق اس دعاء کے ہوگا جو احادیث اور بزرگانِ دین کے عمل پر عمل ہوگا۔

اور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصن حصین کے ایک آداب دعاء میں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے۔ ورفعهماع و ان یکون رفعهما حذ والمنکبین دامس یعنی آدابِ دعاء سے ہے اُٹھانا دونوں ہاتھوں کا آسمان کے نقل کی یہ صحاح ستہ میں اور یہ کہ ہو ہاتھ اٹھانا برابر مونڈھوں کے نقل کی سنن ابوداؤد واحمد وحاکم نے اس سے خوب واضح ولائح ہوا کہ دعاء مانگنا اور ہاتھ نہ اُٹھانا آدابِ دعاء سے دُور ہونا ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب ......

احمد حسین بیگ غفرلہ، محمد رضا علی خان، سیّد یعقوب علی رضوی، خویدیم اطلبہ سید محمد علی، سید محمد ذاکر عفی عنہ۔

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عمل وہ۔۔۔۔۔۔

والله سبحانه‘ و تعالیٰ اعلم و علمه‘ جل مجده‘ اتم واحكم

نوٹ......اس فتویٰ کے مرتب وہی مولانا محمد حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن کا **خطبۂ علمی** ہندو پاک میں مشہور ہے۔

ان فتاویٰ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان دعاء مانگنا جائز ہے لیکن افضل یہی ہے کہ ہاتھ اٹھائے بغیر دل ہی دل میں دعاء مانگے۔ اگر کوئی ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگ رہا ہے یا الفاظِ دعاء زبان پر مانگتا ہے تو اسے منع نہ کرے بعد میں اس کی فضیلت سمجھادے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ